حمیرا خان

زندگی سی ہو تم

ناولٹ

"ممّا! ریل گاڑی بہت بڑی ہوتی ہے۔"

"ہاں بیٹا! گاڑی بہت بڑی ہوتی ہے۔" زوبیہ کے معصوم سوال پر میں بے ساختہ مسکرادی۔

"ایروپلین سے بھی بڑی؟" اس کے سوالات کی گاڑی چلنا شروع ہوگئی تھی اور اب میری خیر نہ تھی۔

"پاگل ایروپلین ریل گاڑی جتنا بڑا کیسے ہو سکتا ہے، اس نے ہوا میں اڑنا ہوتا ہے، گاڑی جتنا بڑا ہو گا تو اڑے گا کیسے؟" صارم نے زوبیہ کو اس کی کم عقلی کا احساس دلایا۔

ویسے تو ہم ہر عید گھر جاکر سب کے ساتھ ہی مناتے تھے، لیکن اس بار بابا جان کا حکم تھا کہ ذرا جلدی آجائیں، بچوں کے اسکول، عید کی شاپنگ، ارمغان کی جاب، کتنے بہت سارے بہانے تھے میرے پاس اتنی جلدی وہاں نہ جانے کے۔

"بچے اگر دو ہفتے اسکول نہیں جائیں گے تو کوئی قیامت نہیں آجائے گی، ارمغان تم لوگوں کو چھوڑ کر واپس چلا جائے گا اور رہی بات عید کی شاپنگ کی تو وہ یہاں بھی ہو سکتی ہے۔"

میرے لیے عید کے دو دن وہاں گزارنے بھی کسی عذاب سے کم نہ ہوا کرتے تھے، ہر زبان پر وریشہ کا نام، ہر بات میں اس کا ذکر، کیسے برداشت ہو گا دو ہفتے، میرا سانس سینے میں اٹکنے لگا۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں، ہم سب تم لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔"

بابا جان نے ہر عذر مسترد کرتے ہوئے گھر پہنچنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عید میں ابھی دو ہفتے باقی تھے، لیکن ہم گھر جا رہے تھے، اور ٹرین سے سفر کرنے کا آئیڈیا بلکہ ضد میرے بچوں کی تھی اور ارمغان بھی بڑے مزے سے ان کی طرف ہوگئے تو مجھ اکیلی کے ووٹ کی بھلا کیا اہمیت رہ جاتا تھی، سو وہی ہوا جو انہوں نے چاہا۔ سونے پہ سہاگہ یہ کہ کوئٹہ سے ملتان ارمغان کے دوست کے گھر ایک دن رُک کر ہمیں لاہور جانا تھا، جو کہ ایک عرصے سے اپنے گھر بلانے کی دعوت دے رہا تھا، اب ایک دن وہاں گزار کر

ہم لاہور جارہے تھے' وہ دونوں بچوں کا ہاتھ تھامے ویٹنگ روم سے باہر چلے گئے تو میں تھوڑا ایزی ہو کر بیٹھی اور تب میں نے پہلی بار ویٹنگ روم کا جائزہ لیا۔

میرے دائیں جانب بیٹھی دو کم عمر لڑکیاں میری طرف ہی متوجہ تھیں' یقیناً" وہ میرے بچوں کے سوالات کی وجہ سے متوجہ ہوگئی تھیں' میں ان کی طرف دیکھ کر مسکرائی تو وہ بھی مسکرادیں' ان کے ساتھ ایک بڑی بی بیٹھی ہوئی تھیں' وہ شاید ان دو لڑکیوں کی نانی یا دادی تھیں' ہاتھ میں مسلسل گھومتی تسبیح سے وہ کافی مذہبی لگ رہی تھیں' لیکن ان کے چہرے کے تاثرات کافی بے زار کن تھے' شاید یہ بیزاری ٹرین کے لیٹ ہوجانے کی کوفت کے باعث تھی۔ ان سے نظریں ہٹا کر میں نے بائیں طرف دیکھا' وہاں ایک خاتون سر تا پیر عبایا میں چھپی گود میں ایک چھوٹے بچے کو لیے خاموشی سے سامنے والی دیوار پر نظریں جمائے بیٹھی تھی' بچہ بھی گہری نیند میں تھا' کچھ دیر پہلے وہاں اور بھی مسافر بیٹھے تھے' لیکن اب انتظار سے تھک کر کچھ چہل قدمی کو اور کچھ کھانے پینے کے لیے باہر نکل گئے تھے۔ میری نظریں سامنے پڑے بینچ پر جا ٹکیں' جس کے قریب ہی ایک اور بینچ پڑا تھا۔

"اوئے ڈاکو رانی' یار اب تو نقاب ہٹادو اس وقت تو یہاں کوئی نہیں۔" وریشہ میرا نقاب کھینچتی شوخی سے کہہ رہی تھی' میرے عبایا کی وجہ سے وہ مجھے اکثر ڈاکو رانی کہہ کر پکارتی تھی۔

"کوئی ہے نہیں' مگر آسکتا ہے' شادی بیاہ میں خواتین کی محفل' کبھی بیوی کو بلانے کے بہانے' کبھی بچہ پکڑانے کے بہانے تانک جھانک کرتے رہنا' ہمارے یہاں کے مردوں کا محبوب مشغلہ ہے۔" میں نے اس کا ہاتھ پرے ہٹاتے ہوئے جلے کٹے انداز میں کہا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"یار لے چارے تھوڑا شغل کرلیتے ہیں تو تیرا کیا جاتا ہے۔" وہ میرا دل جلانے کو بولی تو میں اسے گھور کر رہ گئی۔

"جب میں نقاب سے تنگ نہیں ہو رہی تو تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

"تکلیف یہ ہے مائی ڈیئر ایک تو تم میری اکلوتی اکلوتی چچازاد ہو دوسرے اتنا نازک سراپا مجھے ڈر ہے کہ کسی دن یہ سیاہ نقاب تمہارا پھانسی والا نقاب نہ ثابت ہو اور کہیں تمہارا سانس نہ رک جائے۔" اس نے مجھے چڑانے کی ایک اور کوشش کی' مگر اس بار بھی میں نے صرف اسے گھورنے پر اکتفا کیا۔

"اور سب سے اہم بات یہ ہے مائی ڈیئر! کہ اگر تمہیں کچھ ہوگیا تو میرا تو نقصان ہی نقصان ہے نا!"

"وہ کیسے؟" دل ہی دل میں اس کی محبت پر خوش ہوتے میں نے بظاہر لاپروائی سے پوچھا۔

"سیدھی سی بات ہے بھئی' تمہیں کچھ ہوگیا تو میری اسائنمنٹ کون بنا کر دے گا' میری جگہ کھانا کون بنائے گا اور مجھے میری اماں جان کی ڈانٹ سے کون بچائے گا۔" وہ ایک ایک کر کے گنواتی چلی گئی۔

"تم تو ہو ہی سدا کی خود غرض۔" اس کی بکواس پر ساتھ بیٹھی خواتین کو ہنستے دیکھ کر میرا خون ہی کھول اٹھا۔

"تمہارے دانت میں درد ہے کیا؟" اب اس کی نظر کرم خاموش بیٹھی سعدیہ پر پڑ چکی تھی۔

"نہیں تو' تمہیں الہام ہوا ہے کیا؟" وریشہ کے سوال پر سعدیہ کی حیرت دیدنی تھی۔

"اتنی دیر سے خاموش بیٹھی ہونا تو میں نے سوچا شاید تمہارے دانت میں درد ہے۔" اس کی وضاحت پر پھر قہقہہ پڑا۔ ویٹنگ روم میں سب ہماری طرف متوجہ ہو چکے تھے اور ہماری بلکہ وریشہ کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ وہ ایسی ہی تھی' ہر حال میں خوش' جہاں ہوتی اپنی پیاری پیاری شرارتی باتوں سے سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجادیتی' ہنستی' کھلکھلاتی' زندگی سے بھرپور وریشہ میرب کو دیکھ کر بے ساختہ زندگی پر پیار آجاتا تھا۔ مگر وہی وریشہ میرب لبوں سے مسکان کے ساتھ ساتھ میرے دل سے زندگی بھی چرا لے گئی' اور میں حیرت سے بت بن کر رہ گئی' اس بابت میں آج بھی زندگی کے کوئی آثار پیدا نہ ہوسکے تھے۔

ہم تینوں زکریا یونیورسٹی ملتان میں زیر تعلیم تھے۔ سعدیہ آئی آر (انٹرنیشنل ریلیشن) ڈیپارٹمنٹ میں جبکہ میں اور وریشہ اپنے شاعرانہ مزاج کے باعث اردو ڈیپارٹمنٹ کو رونق بخشے ہوئے تھے' اس وقت ہم تینوں ہاسٹل سے لاہور جارہے تھے' جہاں ہمارا ہوم سوئٹ ہوم منتظر تھا۔ ہم زندگی میں پہلی بار اکیلے سفر کررہے تھے اور یہ بھی وریشہ کا ہی کارنامہ تھا۔ مڈٹرم کے پیپرز کے بعد اچانک ہی ہم لوگوں کا گھر جانے کا ارادہ ہوگیا' گھر پر کوئی بھی فری نہ تھا جو آکر ہمیں لے جاتا' ایسے موقع پر وریشہ نے بڑے اعتماد کے ساتھ گھر والوں کو یقین دلایا تھا کہ ہم اکیلے باآسانی گھر آسکتے ہیں' جبکہ میں اور سعدیہ تذبذب میں تھیں' سفر اگرچہ اتنا لمبا نہ تھا' مگر اکیلے سفر کرنے کا یہ پہلا موقع تھا۔

"ہم ٹرین سے جائیں گے۔" وریشہ نے ایک اور شوشہ چھوڑا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہم نہیں جائیں گے ٹرین سے' فضول کی ٹینشن اور تھکن۔" ہم دونوں کو اس کے اس آئیڈیے سے مکمل اختلاف تھا۔ مگر وریشہ بھلا کہاں کسی کو لفٹ کرانے والی تھی۔

"یہ لو بھئی ٹرین کے ٹکٹ۔" شام کو جب اس نے ٹکٹ ہمارے ہاتھوں میں تھمائے تو ہم اسے دیکھ کر رہ گئے۔

"اچھا بس بس اب زیادہ تعریف کرنے کی ضرورت نہیں' یہ سب تو میرا فرض تھا۔" میں اسے کھری کھری سنانے کا ارادہ کر کے اس کی طرف مڑی ہی تھی کہ وہ ایک ادا سے بولی تو اس کی ایکٹنگ پر سعدیہ ہنس پڑی اور بے اختیار میری بھی ہنسی چھوٹ گئی۔

☆ ☆ ☆

میرے بابا یعنی رفیق احمد پانچ بہن بھائی تھے۔ چار بھائی اور ایک بہن' چاروں بھائی ایک ہی گھر میں مقیم تھے۔ میرے بابا کے دو بچے تھے۔ یعنی میں ہما اور مجھ سے بڑے سہیل بھائی' میرے بابا سے بڑے شفیق احمد یعنی میرے تایا جی جو کہ ارمغان کے بابا اور سعدیہ اور اسد بڑے چچا نثار کے بچے تھے۔ جبکہ وقار چچا کی ایک ہی بیٹی تھی۔ وریشہ میرب' لیکن وہ ایک اکیلی گھر بھر پر بھاری تھی یعنی اپنے شرارتی دماغ کی بدولت گھر کے سب ہی بچوں کی لیڈر کا رول پلے کرتی تھی۔ میں اور سعدیہ تو تھے ہی اس کے ہم عمر' لیکن ہم سب سے چار سال بڑے سہیل بھائی بڑے ہونے کے باوجود وریشہ کی بات کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے' اور اسد... وہ تو تھا ہی وریشہ آپی کا چمچہ' باقی رہ گیا ارمغان' تو ارمغان کے ابو جان کی رائے کے مطابق بچے ہاسٹل کے ماحول میں زیادہ ٹھیک رہتے ہیں۔ چھوٹی عمر میں دنیا کا سامنا کرنا سیکھتے ہیں' جس سے ان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے' یہ اور اسی ٹائپ کے خیالات کی بدولت ارمغان کو گھر سے دور رہنا پڑا تھا وہ اپنے بیٹے کو ایک پرفیکٹ انسان کی صورت میں دیکھنا چاہتے تھے' اور شاید پرفیکٹ مین تو وہ بن گیا تھا' ہاں بس گھر سے دور تنہائی کی زندگی گزارتے ہوئے ہنسنا بھول گیا تھا' جبکہ چچا جان کی نظر میں وہ بہت سمجھ دار ہوگیا تھا' اس لیے بلاوجہ دانت نہیں نکالے رہتا۔ (در پردہ چوٹ ہم معصوموں پر کی جاتی)۔

جبکہ ہماری مشترکہ رائے یہ تھی کہ وہ معصوم نہیں گھنا ہے' بس خیر' ہم کیا ہماری رائے کیا' صرف ایک دوسرے کے سامنے دل کا بوجھ ہلکا کرلیا کرتے تھے' یہ تو تھا ہمارا گھرانہ جبکہ ہماری پیاری سی پھوپھی جان حسینہ بیگم اپنے سارے بھائیوں سے چھوٹی تھیں' شادی کے بعد ہی وہ اپنے شوہر کے ساتھ لندن شفٹ ہوگئی تھیں' اور اب وہ اپنے سر تاج علی حسن اور دو عدد صاحبزادوں آصف اور کاشف سمیت وہیں مقیم تھیں' ویسے تو سالوں بعد ہی ان سے ملاقات ہوپاتی تھی' لیکن محبتوں کا تبادلہ بذریعہ ٹیلی فون' اور تہواروں پر بھیجے جانے والے تحائف کی صورت میں ہوتا رہتا تھا۔ سو دور رہ کر بھی وہ ہمارے بہت قریب تھیں۔

☆ ☆ ☆

"ہائے' مجھے تو بہت بھوک لگنے لگی ہے' چلو باہر

چل کر کچھ کھا کر آتے ہیں۔" وہ اب معصوم صورت بنائے بھوک بھوک کا شور مچاتی کھڑی ہو چکی تھی۔

"یعنی کہ اب تم وہ باہر مٹی دھول میں اٹے سموسے پکوڑے کھاؤ گی۔" مجھے اس کی دماغی حالت پر شک ہوا' ریلوے اسٹیشن پر بکنے والی چیزوں کے بارے میں بھلا کون نہیں جانتا کہ وہ کتنی صاف ستھری ہوتی ہیں۔

"مابدولت ساتھ میں گرما گرم چائے بھی نوش فرمائیں گے۔" اس نے اپنا آگے کا پروگرام بھی بتایا۔

"تو بہتر ہوگا آپ اکیلی تشریف لے جائیں۔" میرے کہنے پر اس نے جھپٹ کر سعدیہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا "میں اور سعدیہ تو جا رہے ہیں تمہارا کیا ارادہ ہے' یہاں اکیلی بیٹھی رہو گی یا۔" اس کا "یا" بڑا معنی خیز تھا۔ ظاہر ہے مجھے ان کے ساتھ جانا ہی تھا۔

"واہ کیا نظارے ہیں۔" جس رش کو دیکھ کر مجھے کوفت ہو رہی تھی' اس کے لیے وہ پر لطف نظارے تھے۔

"عجیب لڑکی ہو تم۔"

"غریب بھی ہوں' ذرا مجھے چائے اور سموسے تو دلوا دو۔" وہ ڈھٹائی میں اپنی مثال آپ تھی۔

مجھے خبر بھی نہ ہوئی اور میں نہ جانے کب یادوں کی ڈور تھامے ویٹنگ روم کے دروازے پر آ کھڑی ہوئی۔

"ارے یہاں کیوں کھڑی ہو' کچھ چاہیے کیا؟" جانے کتنا وقت یونہی کھڑے بیت گیا' جب میں ارمغان کی آواز پر چونکی' وہ بچوں کو اسٹیشن دکھا کر واپس آ گئے تھے۔

"چلو گاڑی آ گئی۔" ایک ہاتھ میں بیگ تھام کر وہ آگے بڑھے تو میں بھی بچوں کو لیے کھوئی کھوئی سی ان کے پیچھے چل دی۔ سیٹ پر بیٹھ کر میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا' وہاں اب تک ہم تینوں کھڑے تھے' میرے ہاتھ میں سموسوں کی پلیٹ تھی اور سعدیہ آئس کریم تھامے کھڑی تھی' ہمارے سامنے کھڑی وریشہ میرب اپنے سموسے ختم کرنے کے بعد اب اپنے بائیں ہاتھ میں تھامے کپ سے چائے کی سپ لیتی اور دائیں ہاتھ سے کبھی میری سموسوں کی پلیٹ میں سے سموسہ کھاتی اور کبھی سعدیہ کے آئس کریم کپ سے آئس کریم منہ میں ڈال لیتی۔ چائے' آئس کریم اور سموسوں کے اس کمبینشن پر میرا اور سعدیہ کا ہنس ہنس کر برا حال تھا' پاس سے گزرنے والے بھی حیرت سے اس عجیب و غریب حرکتیں کرتی لڑکی کو دیکھ رہے تھے' مگر اسے کچھ خبر نہ تھی' وہ مگن سی ان سب چیزوں سے لطف اٹھاتی نہ جانے کون کون سے قصے سنائے جا رہی تھی۔

"پاگل۔" بے اختیار ہی میرے منہ سے نکلا۔

"کیا' کیا؟ مجازی خدا کے ساتھ ایسی گستاخی' کچھ لحاظ رکھو یار! آخر میں مشرقی شوہر میرا مطلب ہے تم مشرقی لڑکی ہو' شوہر کی عزت کرنا سیکھو۔" ارمغان مصنوعی رعب سے بولے تو ان کے اس انداز پر میں بھیگی پلکوں کے ساتھ مسکرا دی۔

اس سفر کے قصے نہ جانے کتنی بار گھر میں دہرائے گئے تھے' اسی لیے ارمغان میری کیفیت کو بہ خوبی سمجھتے ہوئے مجھے بہلا رہے تھے۔

"وہ پاگل تھی یا ہم سب کو پاگل بنا گئی؟" میں نے خود سے سوال کیا اور جواب نہ پا کر ایک بار پھر کھڑکی سے پار اس جانب بیتے لمحوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کرنے لگی' شاید فرار کی ایک کوشش۔

"ارے مما! آپ کیوں رو رہی ہیں؟" بچے میری بھیگی آنکھوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ صارم کے پوچھنے پر میں بے اختیار ہی ارمغان کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔

"مما کو نانو یاد آ رہی ہیں' ہے نا مما؟" زوبیہ نے اپنی ننھی ہتھیلیوں سے میرے آنسو صاف کرتے ہوئے یقین سے کہا تو میں بے اختیار اثبات میں گردن ہلا گئی۔

"مما! آپ روئیں نہیں' بس تھوڑی دیر میں ہم نانو کے پاس پہنچ جائیں گے۔" صارم نے بھی میری تسلی کرائی۔

"اچھا بھئی' بس اب مما کو آرام کرنے دو ان کے سر میں درد ہے۔" ارمغان نے ایک بازو میرے سر کے پیچھے رکھ کر مجھے آرام کرنے کا موقع دیا تو میں نے ان

کے کاندھے سے سر ٹکا کر پوری شدت سے ان کی موجودگی کو محسوس کیا۔

"ارمغان صرف میرے ہیں ہمیشہ سے۔" اس سوچ کے ذہن میں آتے ہی میں مطمئن سی ہو گئی اور ارمغان پھر بچوں کو کہانیاں سنانے اور ان کے سوالوں کے جواب دینے میں مگن ہو گئے' جو راستے میں نظر آنے والی ہر چیز کے بارے میں مکمل معلومات لے لینا چاہتے تھے' ان تینوں کو مگن دیکھ کر میں نے بھی پرسکون ہونے کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔

"کارنامہ سرانجام دیا ہی تھا تو کم از کم ایک برتھ ہی بک کروا لیتی۔" پیپرز ختم ہونے کی خوشی میں کل رات دیر تک ہلا گلا کرتے رہے تھے اور دن میں کافی ٹائم مارکیٹ میں گھر والوں کے لیے گفٹ لینے میں گزر گیا اور کچھ پیکنگ میں' کچھ گھر جانے کی خوشی بھی تھی لہٰذا کسی کی بھی نیند پوری نہ ہوئی تھی اور سعدیہ کو تو خاص طور سے سفر کے دوران سونے کی عادت تھی' اس کا حال یہ تھا کہ ٹرپ پر جاتی' تب بھی بار بار سو جاتی اور ہم لوگ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اس کو جگایا کرتے' اور اب نیند اسے تنگ کر رہی تھی۔ کچھ لوگوں کی طرح کچھ سفر بھی اتنے یادگار ہوتے ہیں کہ بھلائے نہیں بھولتے۔ میری آنکھیں نہ چاہتے ہوئے بھی ڈبڈبا گئیں' گاڑی رک گئی تھی' کوئی اسٹیشن آیا' تبھی میری آنکھ کھل گئی تھی۔ مگر میں سوئی ہی کب تھی' میں تو ماضی کی حسین یادوں میں کھوئی ہوئی تھی' میں نے بے ساختہ برتھ کی طرف دیکھا۔ وہاں ایک لڑکی آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ میں بے خیالی میں اس کے چہرے میں نظریں جمائے بیٹھی رہی' میری نظروں کے مسلسل ارتکاز نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا تو میری محویت ختم ہوئی اور میں مسکراتے ہوئے رخ موڑ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"پھر اسے سوچ رہی ہوں۔" میں جھنجلائی۔

کہتے ہیں محبت اور نفرت ایک ہی جذبے کی دو شکلیں ہیں' محبت نفرت میں بدل جائے' تب بھی وہ شخص ہماری زندگی میں شامل رہتا ہے' دل میں نہ سہی دماغ میں سہی' زندہ رہتا ہے' سانس لیتا ہے اور ہماری سانسوں کو مشکل کر دیتا ہے۔

"اور محبتیں نفرتوں میں یونہی تو نہیں بدل جاتیں۔" ایک جانے پہچانے درد نے دل میں چٹکی بھری اور میں بے چین ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

گاڑی لاہور ریلوے اسٹیشن پر رکی' میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا' وہاں وہی روایتی سی گہما گہمی تھی۔ اور لوگوں کی اس بھیڑ میں' میں غیر ارادی طور پر روشن مسکراہٹ اور شرارتی آنکھوں والی ایک لڑکی کو تلاشنے لگی۔

"وہ بھلا یہاں کیسے آ سکتی ہے؟" میری نظریں مایوس لوٹ آئیں تو میں بھی سب کے ساتھ گاڑی سے نیچے اتر آئی۔ جب اسٹیشن آ جائے تو انسان کو اترنا ہی پڑتا ہے' چاہے اس کا دل لمبے سفر پر چل نکلا ہو۔ اسٹیشن پر سہیل بھائی ہمیں لینے آئے ہوئے تھے۔ ہلکی شیو اور سنجیدہ چہرے کے ساتھ وہ مجھے بہت ذمہ دار سے لگے' روایتی فقروں کے تبادلے کے بعد ہم کار میں جا بیٹھے۔ کار وقار منزل کے گیٹ پر رکی تو میرا دل چاہا کہ واپس مڑوں اور بھاگتی چلی جاؤں' اتنی دور کہ کبھی کوئی مجھے تلاش نہ کر پائے یہ وہی گھر تھا جہاں آنے کو ہم بے چین رہا کرتے تھے۔ زندگی بھی کیسے کیسے روپ میں سامنے آتی ہے۔

"آؤ بیٹا! کیسی ہو' سفر تو ٹھیک رہا نا؟" میں بے خیالی میں سب کے ساتھ چلتی گھر کے اندر تک چلی آئی تھی۔ امی کی آواز پر چونک گئی' جو بانہیں پھیلائے میری منتظر تھیں۔ میں کوئی بھی جواب دیے بنا بچوں کی طرح دوڑ کر ان بانہوں میں سمٹ گئی' سبھی لوگ گھر میں موجود تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہاں رونق نہ تھی' کیونکہ وہاں وہ نہیں تھی۔

سب سے ملنے کے بعد سامنے آتی چچی کو دیکھ کر میں بے ساختہ ان کے گلے لگ گئی اور ان کا ہاتھ میرے سر پر کیا ٹھہرا میری آنکھوں سے سیلاب امڈ آیا'

وہ سارے آنسو جو راستے بھر پینے سے روکتی رہی تھی، اب ہر بند توڑ کر بہہ نکلے۔

"جانے کیا بات ہے، جب تو میرے گلے لگتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے میری وریشہ میرے سینے سے آ لگی ہو۔" وہ میرا ماتھا چومتے ہوئے گلوگیر لہجے میں بولیں تو میں بے چین سی ہوگئی۔ یہ سوچ کر کہ اگر جو یہ میرے دل کا بھید پالیں، اگر نہیں معلوم ہوجائے کہ میں ان کی بیٹی کے لیے کیا جذبات رکھتی ہوں تو؟؟ اس تو کے آگے بہت سے سوالیہ نشان تھے۔

"بس کرو بیٹا! شاباش، چلو اٹھو اپنے کمرے میں چلو۔" تائی جان نے مجھے ان سے الگ کرکے میرے آنسو پونچھے اور ہاتھ تھام کر کمرے تک لے آئیں۔ اتنے سال گزرنے کے باوجود بھی جب بھی گھر آتی تو مجھے لگتا وہی وقت ٹوٹ آیا ہے اور میں اسی طرح بے قراری سے رو پڑتی۔

"فریش ہوکر نیچے آجاؤ۔"

"وہ بچے ...؟" میں نے کہنا چاہا، مگر وہ میری بات کاٹ گئیں۔

"ان کی فکر مت کرو، بس تم کچھ دیر ریسٹ کرو اور پھر نہا کر فریش ہوکر نیچے آجاؤ، پھر خوب باتیں کریں گے۔" وہ دروازہ بند کرتی چلی گئیں تو میں بیڈ پر گر سی گئی، کبھی وہ میرا، سعدیہ اور وریشہ کا مشترکہ کمرہ ہوا کرتا تھا، ویسے تو ہم سب کے پورشن الگ الگ تھے۔ لیکن ہمیں ایک ہی روم میں رہنا پسند تھا، اس لیے اسکول کے دنوں سے ہی میرے کمرے کو ہمارا مشترکہ کمرہ بنادیا گیا تھا، جس پر سعدیہ اور وریشہ کی امی کو بہت اعتراض تھا کہ ساری رونق ہمارے پورشن میں آجانے سے ان کے گھر سونے ہوگئے تھے۔ لیکن کیا کیا جاتا کہ ان دونوں کو میرے کمرے کے ساتھ ساتھ میری امی جان کے ہاتھوں کا کھانا بہت پسند تھا اور پھر میرے ابو اپنے سارے بہن بھائیوں میں سب سے نرم مزاج تھے، ہم لوگوں کے ساتھ بھی خوب گپ شپ لگایا کرتے۔

حتیٰ کہ وہ دونوں اپنے ابو کے بجائے میرے ابو سے فرمائشیں کیا کرتی تھیں، جنہیں وہ خوشی خوشی پورا کرتے۔ شادی کے بعد مجھے ارمغان کے ساتھ کوئٹہ جانا پڑا، مگر اب تک جب بھی میں لاہور آتی تو اسی کمرے میں ٹھہرا کرتی اور یہ کمرہ میری آمد کا منتظر رہا کرتا، میری خواہش پر اس کمرے کو میرے لیے ہی مخصوص کردیا گیا تھا، وہ کمرہ دوسروں کے لیے صرف ایک کمرہ ہوگا، مگر ہم تینوں کی ڈھیروں ڈھیر یادیں اس کمرے سے وابستہ تھیں، کتنے سال یہاں اسی کمرے میں بیٹھ کر کمبائن اسٹڈی کرتے ہوئے، کتنی خوبصورت راتیں ساتھ گزاری تھیں، کتنی بار ایک دوسرے کے کاندھے پر سر رکھ کر روئے اور ہنسے تھے، کتنی ڈھیر ساری شرارتوں کے منصوبے ہم نے اسی بیڈ پر بیٹھ کر بنائے تھے، میں نے بے ساختہ بیڈ پر بچھی چادر پر ہاتھ پھیرا اور پھر تھک کر تکیہ پر سر رکھ دیا، مگر سامنے دیوار پر ایک اور یاد میری منتظر تھی۔

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہوجائے وہ لوگ آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

وریشہ کی ایک سالگرہ پر میں نے اور سعدیہ نے ایک بڑا سا کارڈ بنا کر اس پر یہ شعر پینٹ کرکے وریشہ کو گفٹ کیا تھا، وریشہ وہ گفٹ پاکر بہت خوش ہوئی تھی، لیکن جونہی اس نے کارڈ دیکھا، پھر آگے آگے ہم تھے اور پیچھے وریشہ۔ پورے گھر کا چکر کاٹتے ہوئے ہم تینوں تھک کر لان میں گر پڑے اور پھر ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنستے ہنستے بے حال ہوگئے۔ دراصل اس کارڈ پر اوپر یہ شعر لکھا تھا اور اندر کارٹون بنا کر لکھا گیا تھا۔

"ایک تحقیق کے مطابق ہر عمر کا انسان کارٹون دیکھ کر خوش رہتا ہے اور خوش رہنے والے کو زندگی سے پیار ہو ہی جاتا ہے۔" اور اس کارٹون کے نیچے بڑی خوبصورت لکھائی میں وریشہ میرب لکھا گیا تھا، یہی پڑھ کر وہ ہمارے پیچھے دوڑی تھی، بہت دیر ایسے ہی لان کی گھاس پر لیٹے ہنستے رہنے کے بعد، آخر چچی لوگوں کے بلانے پر ہم اٹھ کر اندر گئے اور تالیوں کی گونج میں اس نے کیک کاٹا، اور وہ کارڈ اسی دن اپنے کمرے میں بیڈ کے بالکل سامنے والی دیوار پر لگادیا۔ اس کا کہنا تھا کہ۔

"جب بھی بیڈ پر لیٹوں گی، سامنے یہ کارڈ دیکھ کر یہ

خوبصورت پل اور تمہاری محبتیں یاد آئیں گی۔"

وہ تو اب نہیں تھی، مگر وہ خوبصورت پل یاد کرنے کو میں پیچھے رہ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

"یار! زندگی کس قدر بور ہوگئی ہے، ہے نا؟" انتہائی بے زاری سے کہتے ہوئے وریشہ دھپ سے اس کے پاس آبیٹھی۔

"ہاں وہ تو ہے۔" ہما نے بھی ڈائجسٹ ایک طرف رکھتے ہوئے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ واقعی جب سے وہ فائنل ایگزام کے بعد گھر آئی تھیں، بہت بوریت کا شکار تھیں، زندگی اور مصروفیات ایک دم تبدیل ہوکر رہ گئی تھیں، سب دوست بچھڑ گئے تھے سو اداس ہونا تو فطری بات تھی۔

"اور ایک یہ درزن بی بی، مصروف میڈم۔" اب اس نے سعدیہ پر غصہ اتارا جو اس فارغ وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سلائی سیکھنے میں سارا ٹائم گزار رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ان دونوں کی طرح سارے گھر میں بولائی نہ پھرتی۔

"چلو اس کے پاس چلتے ہیں۔" وریشہ کے ساتھ ہی ہما بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"امی جی! دیکھیں یہ مکمل ہوگئی ہے، اچھی لگ رہی ہے نا؟" سعدیہ، چچی کو اپنی بنائی قمیص دکھا کر فخر سے پوچھ رہی تھی جو واقعی بہت خوبصورت بنی تھی۔

"ونڈر فل یار! یہ تو سچ مچ بہت زبردست بن گئی ہے، اور کتنی صفائی ہے سلائی میں یقین نہیں آرہا کہ تم نے بنائی ہے۔" چچی کے کچھ کہنے سے پہلے وریشہ بول اٹھی۔

"چلو یار! یہ ٹینشن تو ختم ہوئی۔"

"کون سی ٹینشن؟" وریشہ کے کہنے پر ہما نے حیرت سے پوچھا۔

"یار! میں کب سے سوچ رہی تھی کل آنٹی لوگوں کے گھر ہونے والی میلاد پر کون سا سوٹ پہن کر جاؤں، بس وہ ٹینشن ختم ہوگئی، اب میں یہ سوٹ پہنوں گی۔"

اس کے کمال اطمینان پر سعدیہ نے اسے گھور کے دیکھا۔

"بتاتی ہوں تمہیں۔" وہ خطرناک ارادوں سے وریشہ کی طرف بڑھی تو وہ جلدی سے سوٹ ہاتھ میں لیے باہر دوڑ گئی۔ ان دونوں کے پیچھے ہما بھی باہر کو لپکی، لیکن اسے برآمدے میں ہی رکنا پڑا، بلکہ اس نے اس بات پر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ وہ بریک لگانے میں کامیاب ہوگئی، کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو سامنے سے آتے ارمغان کے ساتھ ایک زوردار ٹکر ہونا لازمی بات تھی۔

"آئی ایم سوری۔" دونوں نے بیک وقت سوری کیا، اسی وقت چچی اندر آگئیں۔

"ارے ارمغان بیٹا، آگئے تم!"

"جی، سوری آنٹی! مجھے بابا کے ایک دوست کو لینے ایئر پورٹ جانا تھا اسی لیے آپ کے بلانے پر فوراً نہیں آسکا۔" اب وہ ہما کو مکمل طور پر نظرانداز کیے بڑا مؤدب بنا چچی جان کو وضاحت دے رہا تھا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، جبکہ متوقع ٹکراؤ کا سوچ کر ہما کا دل ابھی تک دھک دھک کر رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا! مجھے کون سی کوئی ایمرجنسی تھی، یہ کچھ چیزیں منگوانا تھیں بس۔" وہ چچی جان کی بات سنتا ان کے پیچھے چلتا ٹی وی لاؤنج میں چلا گیا اور بالکل غیر ارادی طور پر ہما بھی ان دونوں کے پیچھے لاؤنج میں آگئی۔

"ہما بیٹا! ذرا بھائی کے لیے ایک کپ چائے بنالاؤ۔"

"چائے۔" ہما کے منہ سے مری مری آواز میں نکلا۔

ارمغان نے چونک کر اسے دیکھا، لیکن چچی جان، ہما پر توجہ دیے بنا ایک بار پھر ارمغان کے ساتھ باتوں میں مصروف ہوچکی تھیں۔ مسئلہ یہ تھا کہ کھانا تو وہ جیسے تیسے بنا لیتی تھی۔ مگر چائے بنانا اس کے لیے دنیا کا مشکل ترین کام تھا، کچن میں جاتے ہوئے اس نے اس وقت کو کوسا جب وہ سعدیہ لوگوں کے پاس جانے کے بجائے واپس اندر آگئی تھی۔

"اس کے پرفیوم کی خوشبو کتنی پیاری ہے۔" اس کا ذہن پھر بھٹکا اور وہ پھر ان جادوئی لمحوں میں جا پہنچی' صرف چند انچ کا فاصلہ تھا ان کے درمیان' نہ جانے کیوں اس کا دل عجیب سا ہو گیا اور چہرہ تپتا ہوا سا لگا' وہ چونکی۔

"کیا بکواس ہے۔" اس نے خود کو ڈانٹا۔

"ہما میڈم! نہ تو تم کسی فلم کی ہیروئن ہو اور نہ وہ ہیرو' وہ ہیرو بھی نہیں سکتا اتنا سڑیل' سیریس' بے حس ہیرو ہونا بھی نہیں چاہیے۔" پتا نہیں وہ اپنے احساسات سے گھبرائی ہوئی تھی یا ارمغان کی لاپروائی سے چڑ گئی تھی۔

"وہ صرف میرا کزن ہے۔" اس نے خود کو باور کرایا اور کچھ لمحوں میں خود کو نارمل کرتی چائے لیے لاؤنج میں پہنچ گئی۔ ارمغان وہاں اکیلا بیٹھا تھا' چچی نہ جانے کہاں تھیں۔

"ان کا فون آگیا تھا' ابھی آتی ہی ہوں گی۔" اس کے ذہن میں اٹھتے سوال کا جواب دیتا وہ اسی پرسکون انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"آپ چائے مت پئیں پلیز۔" جیسے ہی اس نے چائے کے کپ کی طرف ہاتھ بڑھایا ہما بے اختیار بول پڑی۔

"جی..... یہ غالباً" آپ نے میرے لیے ہی بنائی ہے نا؟" ہما کے لجاجت بھرے لہجے میں چائے پینے سے منع کرنا اس کے لیے یقیناً" حیرت کا سبب تھا۔

"دراصل بات یہ ہے کہ میرا اپنا بہت دل کر رہا ہے چائے پینے کا' یہ میں پی لیتی ہوں' میرے سر میں بھی بہت درد ہے۔" جلدی میں اسے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا بس جو منہ میں آیا بولتی گئی۔

"تو آپ ایک کپ اپنے لیے بھی بنا لیتیں۔"

"دیکھیے کتنی بری بات ہے' چچی کیا سوچیں گی ذرا جوان کا کام کرنا پڑ گیا آپ کو تو اس کے لیے بھی چائے پی رہے ہیں آپ۔"

"what -" اس بار ارمغان کے لہجے کے ساتھ آنکھوں سے بھی خفگی جھلکی تو اسے احساس ہوا کہ شاید وہ کچھ زیادہ ہی بکواس کر گئی ہے۔ چچی کے آجانے سے اس کی جان بخشی ہو گئی۔ ارمغان نے چائے کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا اور فوراً" دور کرتے ہوئے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔

"چائے پینے سے منع کیا تھا نا!" ہما نے دل ہی دل میں شرمندہ ہوتے مگر نظروں ہی نظروں میں بڑی ڈھٹائی سے جتایا' اس دم اسے لگا کہ جیسے ارمغان کے سنجیدہ چہرے پر سچی آنکھیں مسکرائی ہوں' اس نے ذرا غور سے دیکھنا چاہا' لیکن وہ آنکھیں اس کے چہرے کی طرح بالکل سنجیدہ اور خاموش تھیں۔

"وہم تھا میرا' یہ جل ککڑ بھلا مسکرا سکتا ہے۔" ارمغان کے لیے جل ککڑ کا نام ان سب نے مل کر رکھا تھا۔ اس نے سر جھٹکا' لیکن اگلا لمحہ پھر حیرت لیے ہوئے تھا' وہ بڑے مزے سے چچی جان سے محو گفتگو چائے کی ہلکی ہلکی چسکیاں لیتا' گویا اس سے لطف اٹھا رہا تھا۔ اس کا دل عجیب سے انداز میں دھڑک اٹھا۔

"میں جا رہی ہوں چچی!" وہ بجائے لان کے ایک تنہا گوشے میں جا بیٹھی' وہ تنہائی میں خود کو سمجھنا چاہتی تھی۔

"اس نے چچی جان کے سامنے مجھے شرمندہ ہونے سے بچا لیا۔" یہ سوچ آتے ہی اس کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت مسکان آ ٹھہری۔ اس کے احساسات بہت عجیب سے ہو رہے تھے' جنہیں بیان کرنا ابھی اس کے لیے مشکل تھا' بس اتنا تھا کہ اس کے اندر کچھ بدل گیا تھا' گیا؟ ابھی اس کو بھی معلوم نہ تھا۔

☆ ☆ ☆

"ارے یہ تصویر کب بڑی کروائی؟" چچی جان (وریشہ کی امی) کے کمرے میں داخل ہوتے ہی میری نظر اس تصویر پر پڑی' تو میں چونک گئی۔ اس گھر میں ہر ہر قدم پر ہماری یادیں بکھری ہوئی تھیں۔ بچپن' لڑکپن' جوانی سب یہیں تو گزرا تھا' مگر یہ جو تصویر تھی یہ ہماری یونیورسٹی لائف کی ایک یادگار تصویر تھی۔ اس تصویر میں میرے ایک ہاتھ میں برگر تھا اور

دوسرے میں بوتل اور سعدیہ اور وریشہ مجھ سے وہ چھیننے کی کوشش کر رہی تھیں۔ دراصل کچھ نقاب کی وجہ سے اور کچھ مجھے ہمیشہ سے ہی بہت آہستہ آہستہ کھانا کھانے کی عادت تھی اور اس وقت میری اسی عادت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ لوگ اپنا کھانا ختم کر کے میرا برگر اور کوک چھین کر گویا مجھے سستی سے کھانے کی سزا دے رہی تھیں۔

اتفاق سے ہماری ایک کلاس فیلو بھی وہاں موجود تھی اور اس نے کیمرے کی آنکھ سے یہ خوبصورت پل ہمیشہ کے لیے قید کر لیا۔ بے ساختہ' بے فکر ہنسی نے اس تصویر کو کچھ اور ہی حسن بخش دیا تھا۔ میں یک ٹک اس تصویر کو دیکھے گئی اور وہ ایک بار پھر میرے سامنے آن کھڑی ہوئی' مگر اس بار نہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی نہ آنکھوں میں شرارت' بلکہ لہجے کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی کچھ خفا سی تھیں۔

"جانتی ہو تمہارے بچے کیسے ہوں گے؟" اس وقت اس کا یہ سوال میرے لیے بالکل غیر متوقع تھا۔

"بالکل تمہارے جیسے ڈفر۔" میری خاموشی پر اس نے بات آگے بڑھائی۔

"اور تمہیں پتا ہے تمہارے بچے کیسے ہوں گے؟؟"

"ہاں جانتی ہوں' میرے جیسے ذہین' خوبصورت' اسٹائلش۔"

"خود غرض' نکمے' بدلحاظ اور پاگل ہوں گے۔" میں نے اس کی بات درمیان سے اچک لی۔

"واہ..... واہ کیا بات ہے جناب کی۔" اس نے باقاعدہ تالیاں بجا کر مجھے داد دی۔

"میرے سامنے تو بڑی زبان چلتی ہے اس کو انکار نہیں کر سکتی تھی نوٹس دینے سے' یا کم از کم اس کی باتوں کا ہی کچھ جواب دے دیتی۔" اس نے مجھے ایک بار پھر غیرت دلائی۔

"تم جانتی ہو مجھ سے ایسا نہیں ہوتا' اچھا بس اب چھوڑو نا آئندہ میں بالکل ایسا ہی کروں گی' سب کو کھری کھری سناؤں گی' وعدہ۔"

"تم اور تمہارے وعدے۔" اسے میری بات کا ذرا بھی اعتبار نہ تھا' ویسے اپنے اس وعدے کا اعتبار تو مجھے خود بھی نہ تھا۔

دراصل ہوا یہ تھا کہ ایک کلاس فیلو نے مجھ سے وہ نوٹس لے کر کاپی کرا لیے تھے' جو ہم دونوں نے بڑی محنت اور دماغ سوزی کے ساتھ بنائے تھے' لیکن اصل بری بات یہ ہوئی کہ نوٹس واپس کرتے ہوئے اس نے کچھ اس طرح جتایا تھا کہ گویا اسے ہمارے نوٹس لینے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی' کیونکہ اس کے اپنے نوٹس بہت زبردست تھے اور اس کی اس بات پر میں خاموش رہی تھی اور اب وریشہ کو اس بات کی خبر ہوئی تھی سو اس کا غصہ ہونا بجا تھا' مگر میں بھی کیا کرتی اپنی فطرت سے مجبور تھی۔

"اچھا اب موڈ ٹھیک کرو نا پلیز' تم جانتی ہو کوئی خفا ہو جائے تو مجھے کتنی ٹینشن ہوتی ہے۔" میں باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی کہ واقعی اس کی ناراضی کا ایک لمحہ بھی مجھ پر گراں گزرتا تھا۔

"اگر کل تم ہمیں آئی ایم ایس کی کینٹین پر ٹریٹ دینے کا وعدہ کرو تو میں ناراضی ختم کرنے کو تیار ہوں' کیوں سعدیہ' ٹھیک ہے نا؟"

اس نے سعدیہ کو بھی اپنا ہمنوا بنانا چاہا۔

"boss is always right" سعدیہ کے جواب پر مجھے یقین ہو گیا کہ آج میرے ستارے گردش میں ہیں' ورنہ کم از کم سعدیہ سے اس غداری کی امید نہ تھی۔

"مس وریشہ! تمہارے بچوں کی ایک خوبی بتانا میں بھول گئی' وہ تمہاری طرح بلیک میلر بھی ہوں گے۔" میں نے دانت پیسے' اور اس کے ساتھ ہی وریشہ کا زندگی سے بھرپور قہقہہ فضاؤں میں گونج گیا۔ میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا' مجھے ایسا لگا جیسے ہنسی کی وہ آواز میرے بہت قریب سے ابھری ہو' مگر وہ کہیں نہیں تھی' لیکن اس کی جاندار ہنسی آج بھی میری سماعتوں کو اس کے بہت قریب ہونے کا یقین دلا رہی تھی۔

قصہ تو جانے کیا تھا مگر اس کی وہ ہنسی

بکھری ہوئی فضا میں اب تک ہے نغمگی

میں دھیرے سے بڑبڑائی۔

"پچھلی بار جب ارمغان گھر آیا تھا نا" تب اس نے یہ تصویر میرے پاس دیکھی تو انلارج کروا کر یہاں لگوادی' اب ہر دم میری تینوں بیٹیاں میرے سامنے رہتی ہیں تو بڑا اچھا لگتا ہے۔ مجھے اکیلے ہونے کا احساس نہیں ہوتا۔" چچی نہ جانے کب میرے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھیں۔

"سعدیہ آجاتی تو اچھا ہوتا' کتنا عرصہ ہو گیا ملاقات ہی نہیں ہو سکی۔" انہیں اداس ہوتا دیکھ کر میں نے بات بدلی۔

"آنا تو چاہتی تھی' مگر کیا کرتی اس کی طبیعت آج کل ٹھیک نہیں' پھر امجد کی چھٹیوں کا بھی مسئلہ تھا' تمہیں تو پتا ہی ہے باہر سے آنا آسان تو نہیں ہزار جھنجٹ ہوتے ہیں نوکریوں والوں کے۔" میں ان کی توجہ ہٹانے میں کامیاب رہی تھی' اس کے بعد وہ بہت دیر تک سعدیہ اور اس کے بچوں کے قصے سناتی رہیں' میری شادی کے ایک سال بعد سعدیہ امجد سے شادی کے بعد سعودی عرب جا بسی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ارمغان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔" اس خبر نے گھر بھر کو ہلا کر رکھ دیا۔ دس دن اسپتال میں رہ کر وہ آخر گھر لوٹ آیا۔ سب ہی لوگ آج کل ان کے پورشن میں پائے جاتے۔ ہما ایک دو بار وہاں گئی' کچھ دیر چچی جان کے پاس ٹھہری اور لوٹ آئی' اس دن کی کیفیات کو بھلانے کے لیے اس نے اپنا خوب خوب مذاق بنایا تھا اور مزید محتاط ہو گئی تھی کہ ارمغان کا سامنا نہ ہو۔ الگ پورشن ہونے کی وجہ سے یہ کچھ ایسا ناممکن بھی نہ تھا' لیکن جس طرح ارمغان کے ایکسیڈنٹ نے اسے بے چین کیا تھا' وہ پھر الجھ گئی تھی۔

"وریشہ کہاں ہے؟" اپنی سوچوں سے گھبرا کر وہ سعدیہ کے پاس چلی آئی۔

"وہ تو ارمغان بھائی کے پاس ہو گی' آج کل محترمہ وہیں پائی جاتی ہیں' بہت دوستی ہو گئی ہے ارمغان بھائی سے' ویسے یقین نہیں آتا نا' وریشہ اور ارمغان بھائی کی دوستی دنیا کے آٹھویں عجوبے سے کم تھوڑا ہے۔ دونوں کتنے مختلف ہیں ایک دوسرے سے' آؤ ہم بھی وہیں چلتے ہیں۔" سعدیہ سامان سمیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی' جبکہ وہ اس کی باتوں کو سن کر گم صم سی ہو گئی تھی۔

"ارمغان بھائی! آپ کو ہنسنا بھی آتا ہے؟" حیرت تو ہما کو بھی ہوئی تھی' لیکن سعدیہ نے معصومیت سے اپنی حیرت کا اظہار بھی کر دیا تو وہ پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"جب ہم ہیں تو پھر کیا غم ہے' ہم تو تایا ابا کو بھی ہنسا دیں۔ یہ تو پھر ان کے بیٹے ہیں۔" ارمغان مصنوعی غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں پیار ہی پیار تھا۔ میں نے بے چین سا ہو کر وریشہ کو دیکھا' ارمغان کی نظروں سے بے خبر وہ ہنستے ہوئے سائیڈ ٹیبل سے ایک سیرپ اٹھا رہی تھی۔

"واہ جی واہ بڑی خدمتیں ہو رہی ہیں۔" وریشہ کو اپنے ہاتھ سے ارمغان کو سیرپ پلاتے دیکھ کر سعدیہ شرارت سے بولی۔

"کیا کروں یہ لاٹ صاحب تو بچے بن کر لیٹ گئے ہیں۔ اب مجھ بے چاری رحم دل شہزادی کو یہ سب تو کرنا پڑے گا نا!" وہ مصنوعی مظلومیت سے بولتی اس لمحے مجھے ذرا بھی اچھی نہیں لگی۔ بڑی شدت سے میرے دل میں خواہش ابھری کہ اسے ڈانٹ کر خاموش کرادوں' وہ کتنے حق سے ارمغان کے پاس اس کے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ مجھے ان لبوں کی ہنسی اور آنکھوں کی روشنی بہت عزیز تھی۔ لیکن اس لمحے یہ دونوں چیزیں ہمیشہ کے لیے چھین لینے کی خواہش بہت شدت سے میرے دل میں ابھری تھی۔ اس لمحے اس ماحول میں مجھے اپنا آپ بہت غیر ضروری سا لگا' وہ تینوں نوک جھونک میں لگے ہوئے تھے' انہیں پتا ہی نہ چلا اور میں خاموشی سے وہاں سے اٹھ آئی۔

☼ ☼ ☼

اور اس کے کچھ ہی دنوں بعد ایک دن اچانک بڑوں

کی ہنگامی میٹنگ ہوئی اور میٹنگ کے اینڈ پر تائی جان (ارمغان کی امی) نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتاری اور ہما کی انگلی میں پہناتے ہوئے اس کا ماتھا چوم کر بولیں۔

"آج سے تم ہماری بیٹی ہو۔"

"تائی جان یہ آپ کی ہی بیٹی ہے اس رشوت کی کیا ضرورت۔" وریشہ نے انگوٹھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شرارت سے کہا تو سب ہنس پڑے' اور ہما۔۔۔ اسے تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ دعا جو ابھی اس نے ٹھیک سے مانگی بھی نہ تھی' اتنی جلدی قبولیت کا درجہ پا جائے گی۔ وہ خوش تھی' بہت خوش تھی' لیکن خوش سے زیادہ حیران تھی' یہ سب ہوا ہی اس قدر اچانک تھا۔

"ہما۔ ! نیند نہیں آرہی کیا؟" وریشہ کی آواز پر وہ چونک گئی۔

"آرہی ہے' مگر سونے کو دل نہیں کر رہا۔" اس نے سچ بات بتادی۔

وہ اٹھ کر کہنیوں کو بستر پر ٹکاتے ہوئے ہما کی طرف دیکھنے لگی۔ کمرے میں پراسرار خاموشی چھا گئی' وہاں زیرو بلب کی مدھم روشنی تھی اور بے سدھ سوئی سعدیہ کے سانسوں کی ہلکی ہلکی سرسراہٹ۔

"اسے سوچنے کو دل چاہ رہا ہے؟" کچھ دیر بعد اس کی شریر سی سرگوشی سنائی دی۔

"پتا نہیں وریشہ! مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے تمہیں کیا لگتا ہے' کیا ارمغان اس رشتے پر خوش ہے؟"

"تمہیں یہ خیال کیوں آیا کہ وہ خوش نہیں ہو گا۔"

"بس یونہی مجھے کبھی ایسا لگا نہیں کہ اسے مجھ میں اس قسم کی کوئی دلچسپی ہے' بلکہ مجھے تو ہمیشہ ایسا لگتا ہے تھا کہ۔۔۔" ہما جھجک کر خاموش ہو گئی۔

"ہاں بولو نا!" اس وقت ہما کی خاموشی یقیناً اسے گراں گزری تھی۔

"مجھے ہمیشہ ایسا لگا کہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے' کتنی دوستی ہے تم سے اس کی اور۔۔۔ تمہیں دیکھتے ہی اس کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو جاتا تھا کیا۔۔۔ کیا تمہیں کبھی کچھ ایسا محسوس نہیں ہوا؟" ہما بے چینی سے اٹھ کر بیٹھ گئی' اس نے نہ اقرار کیا نہ انکار' بلکہ ایک لمحہ بہت دھیان سے ہما کی طرف دیکھا اور ہنس پڑی' اور پھر ہنستی ہی چلی گئی۔

"ہاں ایسا محسوس ہوا تو ہے' مگر اس میں کیا عجیب بات ہے۔ دراصل ہما بدولت کے حسن میں بات ہی کچھ ایسی ہے' جو بھی دیکھتا ہے اس کی آنکھیں ہمارے حسن کی روشنی سے جگمگا جاتی ہیں۔" وہ اپنی جون میں لوٹ آئی تھی اور اب کوئی بھی سیریس بات کرنا محال تھا۔

ہما ناراضی کے اظہار کے طور پر رخ موڑ کر لیٹ گئی۔

"سنو۔۔۔" وہ ہما کا بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف موڑتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ہما! اپنے دل میں بدگمانیوں کی جگہ مت دو' اگر ایسا کچھ ہوتا تو تمہیں کیا لگتا ہے میں خاموشی سے یہ سب ہونے دیتی؟؟ بالکل نہیں' بلکہ میں تو فوراً" کہہ دیتی اے شادی نئیں ہو سکدی" تم تو مجھے جانتی ہی ہو ڈیر! میں اپنے حق کے لیے لڑنا جانتی ہوں۔" سلطان راہی اسٹائل میں بولتی' وہ ایک بار پھر پٹڑی سے اتر چکی تھی' اس کے لہجے کی چہکار میں کوئی کمی نہ تھی۔ ہما کا دل ہلکا پھلکا ہو گیا اور وہ سکون سے سو گئی۔

میں نے ایک نظر کمرے پر ڈالی سب کچھ ویسا ہی تھا۔ ہر چیز اپنی اسی جگہ پر جہاں ہم نے رکھی تھی فرق صرف اتنا تھا اب میں وہاں اکیلی تھی' وہاں اور کوئی نہ تھا۔ ارمغان بچوں سمیت اپنے پورشن میں جا چکے تھے اور افطاری کے بعد باقی سب مجھے آرام کا موقع دینے کے لیے اکیلا چھوڑ گئے تھے۔ میں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی وہ تصویر اٹھائی' یہ تصویر اس دن کی تھی جب ہمارا بی اے کا رزلٹ آیا تھا' اس تصویر میں ہم تینوں انگلیوں سے وکٹری کا نشان بنائے موجود تھے اور خوشی ہمارے چہرے' ہماری آنکھوں میں ڈیرہ جمائے بیٹھی تھی۔ لیکن میری توجہ کا مرکز صرف وہ جگمگ کرتی آنکھوں والی لڑکی تھی۔

"جو خالی پن میرے حصے میں آیا ہے اور وہ سب جو

میں محسوس کرتی رہی ہوں' اس کی شکایت کس سے کروں وریشہ! تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا' بالکل اچھا نہیں کیا' تم تو کہتی تھیں۔

میں کبھی جھوٹ نہیں بولتی' نہ اپنا حق کسی کو دیتی ہوں نہ کسی کے حق پر نظر رکھتی ہوں' کتنی بڑی چیٹر تھی تم اور میں۔۔۔ تم ٹھیک کہتی تھی وریشہ! بہت بڑی ڈفر تھی میں۔" محبت اور نفرت کا سنگم پر یا ہی عجیب ہوتا ہے اور میں اس وقت اسی سنگم پر کھڑی تھی۔

"جانتی ہو مقدر نے میرے خالی ہاتھوں کو میری منہ مانگی خوشیوں سے بھر تو دیا تھا وریشہ! لیکن جسے زندگی سمجھ کر میں اپنی مٹھیوں میں بھینچے بیٹھی رہی' وہ ریت بن کر دھیرے دھیرے میری ہتھیلیوں سے پھسل گئی اور آج یہ ہاتھ بالکل خالی ہیں' بالکل خالی' میرے خالی دل کی طرح' اس کی تصویر پر لب رکھے میں ہمیشہ کی طرح اس سے شکوے کیے گئی۔

"ارے تم۔" دروازے پر ہونے والی دستک نے مجھے احساس دلایا کہ مجھے آرام کرتے بہت دیر ہو چکی ہے۔ ناشتے کے بعد ایک بار پھر اپنے کمرے میں آچکی تھی۔ یہاں آکر مجھے بچوں کی کوئی فکر نہ ہوتی تھی۔ ان کی دادی' نانی کے علاوہ چچی لوگ بھی ان کو ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے۔ اس لیے یہاں آکر انہیں اتنی مائیں مل جاتیں تھیں کہ میرا خیال بھی نہ آتا اور اس طرح مجھے بھی آرام کرنے کا موقع مل جاتا۔

"لیکن یہ کیسا آرام ہے' جس نے میری تھکن میں اضافہ کر دیا ہے۔" میں دوپٹے سے آنسوؤں کے نشان مٹانے کی کوشش کرتی دروازے کی طرف بڑھی اور سامنے کھڑی سعدیہ کو دیکھ کر مجھے لگا کہ جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔

"جی ہاں میں' کیسا رہا سرپرائز؟؟" وہ میرے گلے آ لگی تو مجھے اس کی موجودگی کا یقین کرنا ہی پڑا۔

"کب پہنچی؟" کتنی ہی دیر خاموشی سے اس کے گلے لگے رہنے کے بعد میں نے پوچھا۔

"بس ابھی۔" وہ بے وجہ ہنسی۔

"اچھا جی تو اس لیے اتنے سخت آرڈر آئے تھے گھر پہنچنے کے۔" میں سب کچھ بھول کر دل سے مسکرا دی۔ سعدیہ کو اپنے سامنے یوں اچانک دیکھ کر میں واقعی بہت خوش ہو گئی تھی۔

"جی جناب! یہ ہمارا ہی کارنامہ ہے۔" وہ فخر سے کہتی کھلکھلا کر ہنس دی تو میں نے اسے دھیان سے دیکھا' کچھ زیادہ نہیں بدلی تھی وہ' بس جسم پہلے کی نسبت کچھ بھرا بھرا ہو گیا تھا' جس نے اسے اور رعنائی بخش دی تھی۔ بات بات پر ہنسی۔ سعدیہ کو میں نے بے حد رشک سے دیکھا اور دل ہی دل میں اس کی خوشیوں کے امر ہونے کی دعا کی۔

جب سے ہما نے ارمغان کے نام کی انگوٹھی پہنی تھی' بڑی بے فکری سی ہو گئی تھی۔ وہ اس کا تھا' اس لیے اب کوئی خدشہ نہ تھا۔ لیکن جب بھی وہ وریشہ اور ارمغان کو ساتھ دیکھتی اس کے دل میں ایک احساس بڑی شدت سے سر اٹھاتا۔

"میرے ساتھ تو اس نے آج تک کئی بات بھی نہیں کی' پھر وریشہ سے اتنی دوستی کیوں؟" وہ یہ سب نہیں سوچنا چاہتی تھی۔ لیکن کیا ہے کہ شک کا چور ایک بار دل میں گھس آئے تو پھر کتنا بھی نکال باہر کرنے کی کوشش کرو وہ کہیں نہ کہیں کونوں کھدروں میں چھپا ہی رہتا ہے۔

"وریشہ بیٹا! یہ چاکلیٹ تمہارے لیے۔" ہمیں ہماری چیزیں دیتے ہوئے تائی جان نے چاکلیٹ کا ڈبہ وریشہ کے ہاتھوں میں تھمایا۔

"دیکھ لیں تائی جان! ایک ہفتے سے کہا ہوا ہے میں نے اس ارمغان کے بچے کو' آج جا کر لایا ہے۔" وہ روٹھی روٹھی سی شکایت لگا رہی تھی۔

"تو یہ چاکلیٹ اس کے لیے ارمغان لایا ہے۔"

بس یہی بات ہما کے ذہن میں اٹک گئی تھی۔

"لے تو آیا ہوں نا' ہر وقت شکایتیں لگانے کا شوق ہو گیا ہے تم کو بس؟" ارمغان کمرے میں تھا' ان سب کو یہ بات معلوم نہ تھی۔

"تو کیا مجھ پر کوئی احسان کیا ہے؟؟"

"نہیں جی' یہ تو میرا فرض تھا۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھے ذرا سا جھکا اور ہما کے لیے ان کے ڈرامے ناقابل برداشت ہو گئے' تو وہ وہاں سے چلی آئی۔

"یہ تمہاری دوست کو مجھ سے کوئی پرابلم ہے کیا؟ جہاں میں آتا ہوں' وہاں سے چلی جاتی ہے؟" پیچھے ارمغان آنکھوں میں تشویش لیے بظاہر ہلکے پھلکے لہجے میں پوچھ رہا تھا مگر تب تک ہما ان کے پورشن سے بھی نکل چکی تھی۔

"بات صرف اتنی ہے مسٹر ارمغان! وہ تمہاری طرح بے شرم نہیں ہے' حیا والی بچی ہے ہماری۔" وہ دادی اماں والے اسٹائل میں بولی۔

آپ سے تم کا سفر کچھ ہی دنوں میں طے کر لیا تھا وریشہ نے لیکن پھر ارمغان کا وہاں دل نہیں لگا تھا اور گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے اس کی نظریں بے اختیار اس طرف اٹھ گئیں۔ جہاں ہما ایک بینچ پر گھٹنوں پر سر ٹکائے بیٹھی تھی۔ ادھر ہما کو اپنی سوچوں میں الجھے ارمغان کے کچھ فاصلے پر ہونے کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ ویسے بھی اس کے تصور میں وہ وہاں خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ اسے مسلسل ایک ہی پوزیشن میں بیٹھے دیکھ کر ارمغان کی تشویش میں اضافہ ہو گیا۔ اس نے ایک قدم ہما کی طرف بڑھایا مگر پھر مڑ گیا۔ "وریشہ سے بات کرتا ہوں آج۔" وہ سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتا چلا گیا لیکن وریشہ سے بات کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ اسی دن کوئٹہ سے اس کی انٹرویو کال آگئی تھی۔ ہاں مگر وہ جاتے جاتے وریشہ کو اس کا خیال رکھنے کا کہنا نہیں بھولا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ بڑے عجیب دن تھے' ہما کو کچھ سمجھ میں ہی نہ آیا اور اس کی زندگی کے اہم ترین فیصلے ہوتے چلے گئے جس طرح منگنی ہوئی تھی' ویسے ہی شادی کا فیصلہ بھی کر لیا گیا اور وہ حیران سی یہ سب دیکھ رہی تھی۔

"کیا اس گھر میں سب سے فالتو میں نظر آتی ہوں آپ لوگوں کو' سعدیہ اور وریشہ بھی تو ہیں' ان کی شادی کیوں نہیں کرتے۔" اس کی زندگی کی سب سے اہم خواہش پوری ہونے جا رہی تھی لیکن وہ نہ جانے کس بات پر جھلائی ہوئی تھی۔

"نہیں' صرف تم نہیں' ارمغان کی بھی شادی ہو رہی ہے تو اگر تم فالتو ہو تو وہ بھی ہے۔" وہ اپنی امی کے سامنے اپنا دکھڑا رونے پہنچی اور اس کی ہم نوالہ و ہم پیالہ شیطان کی نانی وہاں بھی آن پہنچی۔ اب کوئی بات کرنا بیکار تھا' اس لیے ہما اس مسئلے پر پھر کبھی بات کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے خاموش ہو گئی مگر اصل بات تو یہ تھی کہ اب بات کرنے نہ کرنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔ بظاہر سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا' سعدیہ اور وریشہ بہت پرجوش تھیں۔ ساری شاپنگ کی ذمہ داری ان دونوں نے اپنے ذمہ لے لی تھی اور ہما کے ہزار بار منع کرنے کے باوجود اکثر اسے بھی مارکیٹ گھسیٹ لے جاتیں۔

اور وہ مہندی کی رات تھی جب ہما کی سیدھی سادی زندگی اچانک فلمی سی ہو گئی۔

"اور کاش یہ زندگی نہ ہوتی بلکہ ایک فلم ہی ہوتی اور اس فلم کی رائٹر میں ہوتی' تو عین وقت پر خود کو درمیان سے ہٹا کر وریشہ اور ارمغان کو ملا دیتی۔" اس وقت یہ خواہش بہت شدت سے ہما کے دل میں ابھری تھی۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے نا بنا کہے سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔

حسینہ پھوپھو نے وریشہ کو اپنے بیٹے کے لیے مانگ لیا تھا اور گھر میں کسی کو بھی اعتراض نہ تھا اور خاص طور سے ہما تو بہت ہی خوش تھی کیونکہ اس سوچ کے ساتھ ہی اسے اپنے دل پر سے بوجھ ہٹتا محسوس ہوا تھا۔

"تم ہی بتاؤ ارمغان! میں کیسے ایسے انسان سے شادی کروں جسے میں جانتی تک نہیں اور میں تم سب سے اتنی دور جا کر زندہ کیسے رہوں گی؟" ان کی مہندی کی رسم ہو چکی تھی' مہمان جا چکے تھے' وہ ارمغان کے شانے سے سر ٹکائے روئے چلی جا رہی تھی۔ ہما بے اختیار ان کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

"ارے ہما... تم..." وہ اسے دیکھ کر چونکا مگر گھبرایا نہیں۔

"کتنے ڈھیٹ ہیں، یا شاید میری ہی اتنی اہمیت نہیں کہ میری موجودگی سے کوئی پریشانی ہو۔"

"یار! تم ہی سمجھاؤ اس کو، کہتی ہے شادی نہیں کرنی۔" وہ اس سے اور بھی جانے کیا کیا کہہ رہا تھا لیکن ہما کی نظر اب بھی وریشہ پر تھی، جس کا سر ابھی تک ارمغان کے کاندھے پر تھا۔

"آپ زیادہ بہتر سمجھا سکتے ہیں، اس وقت میری یہاں کوئی ضرورت نہیں۔" ہما ضبط کی جانے کون کون سی منزلوں سے گزرتی وہاں سے چلی آئی اور شادی کے دن وریشہ کے مسکراتے چہرے پر بجی شدت ضبط سے سرخ ہوتی آنکھیں ہما کے دل میں کھب سی گئیں مگر افسوس زندگی کوئی فلم نہیں ہوتی۔ ارمغان سے کیا گلہ کرتی مگر وہ وریشہ سے بری طرح خفا ہو کر اور واپسی پر بہت سارا لڑنے کا ارادہ کرتی کوئٹہ چلی آئی تھی۔ صرف ہما نہیں، بہت سارا حسد اور اجنبیت کا احساس بھی اس گھر سے رخصت ہوا تھا جو اس کے اور ارمغان کے درمیان دیوار بن کر کھڑا ہو گیا تھا اور اب شاید اسے تمام عمر اس دیوار سے سر ٹکرانا تھا۔ ارمغان کی شدتیں، محبتیں سب مل کر بھی ہما کے دل پر جمی ہوئی برف کی تہہ کو پگھلانے میں ناکام رہی تھیں۔ اسے لگتا ارمغان ہر لمحہ اس کی ذات میں وریشہ کو تلاش کرتا رہتا تھا۔ پتا نہیں وہ سب سچ تھا یا صرف اس کا وہم۔

"میں تم سب سے اتنی دور جا کر زندہ کیسے رہوں گی۔" جب بھی وہ اسے اپنا وہم قرار دیتے ہوئے ارمغان کے جذبوں کو محبتوں کو قبولیت کا درجہ دینے کا سوچتی، وریشہ کی آواز اس کے ذہن میں گونج جاتی اور بس پھر سب کچھ درہم برہم ہو کر رہ جاتا اور ارمغان کو وریشہ کی آنے والی لمبی لمبی فون کالز سے بھی تو وہ بے خبر نہ تھی۔ سو ارمغان کو پا کر بھی اس کے دل کا سونا آنگن سونا ہی رہا۔

☆ ☆ ☆

کوئٹہ سے ان کی واپسی پندرہ دن بعد ہی ہو گئی تھی اور وجہ تھی وریشہ کی ہنگامی شادی۔ حسینہ پھپھو نے ہتھیلی پر سرسوں جماتے ہوئے فوراً" شادی کی بات کر دی تھی۔ گھر والوں کی طرف سے آنے والے ہر اعتراض کو انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ "مجھے بس میری بیٹی دے دو اور کچھ نہیں چاہیے۔" اور پھر دوبارہ اتنی جلدی آنا ممکن بھی تو نہ تھا، اکلوتی، بسن ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ آخر بھائیوں سے اپنی بات منوانے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔ واپسی پر وریشہ کو دیکھ کر ہما کچھ پریشان ہوئی تھی مگر تب ہی اس کی نظر ارمغان پر پڑی۔ اس کے دل پر وریشہ کو اس حالت میں دیکھ کر کیا بیتی تھی، وہ ہما ان کے چہرے پر با آسانی دیکھ سکتی تھی، تب ہی پریشانی کی جگہ اس کے دل میں نفرت اور ناپسندیدگی کے احساسات ابھر آئے۔

اب تو بالکل ہی کمزور ہو کر رہ گئی تھی، صرف پندرہ دنوں میں وہ صدیوں کی بیمار لگنے لگی تھی۔ وریشہ بہت پرجوش طریقے سے ملی تھی مگر ہما کا رویہ سرد ہی رہا تھا جسے محسوس کر کے ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں حیرت لہرائی۔

"تمہاری جدائی کا سب سے زیادہ غم وریشہ کو ہوا ہے۔ دیکھو تو کیا حالت کر لی ہے اس نے اپنی۔"

"جس کی جدائی میں یہ حال ہوا ہے میں باخوبی جانتی ہوں۔" سہیل بھائی کے کہنے پر ہما دل ہی دل میں کڑھ کر رہ گئی۔

وہ پندرہ دن جو اس نے ارمغان کی سنگت میں کوئٹہ میں گزارے تھے، وہ اس کے لیے کسی امتحان سے کم نہ تھے بلکہ اسے لگتا تھا کہ شاید وہ ان دونوں کے لیے ہی مشکل ترین دن تھے۔ دونوں اپنے اپنے دل کی حالت ایک دوسرے سے چھپاتے ہوئے ایک دوسرے کا یوں خیال رکھنے کی کوشش کرتے رہے جیسے کہ کوئی ذمہ داری نبھا رہے ہوں اور جہاں صرف فرض ہو، ذمہ داری ہو، وہاں محبت کہیں دور جا بیٹھتی ہے۔ وہ محبت جو میاں بیوی ہونے کے ناطے ان کے درمیان ہونا چاہیے تھی، وہ ان کے درمیان آنے کے بجائے دور بیٹھی انہیں دیکھا کرتی، ان کے درمیان ایک رشتہ تھا،

ایک مجبوری تھی اور صرف اور صرف وریشہ تھی۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنا ہے وریشہ!" ہما کو آئے ایک ہفتہ ہونے کو تھا لیکن ابھی تک انہیں اکیلے بیٹھنے کا موقع نہ مل سکا تھا، اب اسے کمرے میں اکیلا دیکھ کر ہما اس کے پاس چلی آئی۔

"ہاں، کہو؟" یقیناً وہ جان گئی تھی کہ ہما اس سے کیا بات کرنا چاہتی ہے۔ گزرے ایک ہفتے میں ہما کا رویہ اسے بہت کچھ سمجھا گیا تھا، تب ہی اس نے اس طرح سر جھکایا ہوا تھا جیسے کسی کو عدالت کے فیصلہ سنانے سے پہلے ہی سزائے موت کا یقین ہو گیا ہو۔ زرد رنگت، بجھی ہوئی آنکھوں اور خاموشی کی مہر لگے لبوں والی سر جھکائے بیٹھی یہ لڑکی وہ وریشہ میرب تو ہرگز نہیں تھی جس کے ساتھ ہما نے ایک عمر گزاری تھی۔ ایک دم اسے وریشہ پر بے تحاشا ترس آگیا۔ کچھ بھی تھا، آخر وہ اس کی دوست بھی تو تھی جس سے اسے بے حد پیار بھی تھا۔

"کچھ نہیں، میں دیکھتی ہوں شاید امی بلا رہی ہیں۔" اس کی حالت کے پیش نظر ہما نے کچھ بھی کہنے کا ارادہ ترک کر دیا اور بہانہ کر کے بے بسی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"تم بس اپنا خیال رکھو اور جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ، تمہیں اس طرح دیکھ کر سب کتنا پریشان ہیں جانتی ہو نا!" ہما نے خود کو سنبھالتے ہوئے نارمل انداز میں کہنا چاہا مگر سب کی پریشانی کا کہتے ہوئے نہ جانے کیوں اس کے تصور میں ارمغان کا چہرہ ابھر آیا تو وہ کچھ بے چین سی ہو گئی۔

"اچھا تم آرام کرو، میں کچھ دیر میں آتی ہوں۔" یکدم اسے پھر وریشہ کی موجودگی سے وحشت سی ہونے لگی۔ وہ دل جو ایک دوست کے آنسوؤں سے پگھل گیا تھا، حسد کی آگ میں جلتا پھر سے پتھر ہو گیا۔ وہ وریشہ سے نظریں ملائے بنا وہاں سے چلی آئی مگر وہ اذیت جو ان لمحوں میں اس نے سہی تھی، شاید اس کی قسمت بن چکی تھی۔ وہ کتنا بھی خود کو سمجھاتی مگر وریشہ اور ارمغان کی ایک جگہ، ایک گھر میں موجودگی اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ ایک دوسرے کی طرف اٹھتی ان کی نظریں ماننا کچھ کہہ جاتیں کہ ہما کی سماعتیں اسے برداشت نہ کر سکتی تھیں۔ ایک ہفتے کے اندر اندر وریشہ رخصت ہو کر لندن چلی گئی اور سب کے روکنے کے باوجود ہما جلد ہی کبھی نہ لوٹنے کا عہد کرتی ارمغان کے ساتھ کوئٹہ چلی آئی۔

☆ ☆ ☆

سعدیہ کے ساتھ یہ پانچ دن چٹکیوں میں گزر گئے تھی، اس کے پاس مجھے سنانے کو بہت کچھ تھا اور میں بس دھیرے دھیرے مسکراتی اسے سنے جاتی۔ کچھ رمضان کی وجہ سے بھی مصروفیت رہتی۔ سحری اور افطاری کی تیاری کے لیے خود ہی کچن میں گھسی رہتی اور آج پچیسواں روزہ تھا۔ مجھے مارکیٹ جانا تھا، سو اسی لیے میں ارمغان کو بلانے اس کے کمرے میں آئی تھی۔ میری پوری کوشش ہوتی تھی کہ مجھے یہاں نہ آنا پڑے۔ کیا فائدہ خوامخواہ کی اذیت۔ یہ وہی کمرہ تھا جہاں ایک روز میں سعدیہ کے ساتھ آئی تھی۔ میرے کانوں میں وریشہ اور ارمغان کی ہنسی گونجنے لگی تو میں گھبرا کر وہاں سے جانے لگی۔ اتنے میں ارمغان تولیے سے سر رگڑتے باتھ روم سے باہر نکلے۔

"سوری یار! وہ ریحان کی ابھی ابھی کال آئی ہے، وہ آج ہی لاہور پہنچ رہا ہے اور مجھے ایئرپورٹ پہنچنا ہو گا۔ پلیز ڈونٹ مائنڈ، ہم شاپنگ کا پروگرام کل پر رکھ لیں۔" اپنے بیسٹ فرینڈ کا حوالہ دیتے ہوئے وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولے۔

"اٹس اوکے۔" میں ان کی مجبوری سمجھ رہی تھی لیکن میرا دل پھر بھی خفا ہو رہا تھا۔ میں جانے کو مڑی تو انہوں نے میرا ہاتھ تھام لیا۔

"میں اسے لینے نہیں جا رہا۔"

"میں نے ایسا تو نہیں کہا۔" میں دھیرے سے بولی۔

"اپنی پیاری سویٹ سی بیگم صاحبہ کو خفا کر کے تو نہیں جا سکتا نا!" وہ مجھے کندھوں سے تھامتے میری آنکھوں میں جھانک کر بولے تو مجھے ہنسی آگئی۔

"بہت بڑے ڈرامے باز ہیں آپ۔ جائیں اب دیر ہو جائے گی تو وہاں ریحان بھائی سے بھی گالیاں کھانا پڑیں گی۔" میں نے ان کی بڑھتی ہوئی گستاخیوں کو روکنے کی کوشش کرتے ریحان بھائی سے ڈرایا اور یہ حربہ کارگر ثابت ہوا۔

"بہت تیز ہو گئی ہو۔"

"آپ کی قربت کا اثر ہے۔" میں بھی شوخ ہوئی۔

"اوہو' زبان بھی مل گئی۔"

"آپ ہی نے چھینی تھی۔" اپنی حاضر جوابی پر میں خود بھی حیران تھی۔ یہ یقیناً سعدیہ سے ملنے کے سبب تھا۔ شاید دل کا موسم بدل رہا تھا۔ میں اپنے اصل کی طرف لوٹ رہی تھی۔ وہ تیار ہونے لگے اور میں بیڈ پر بیٹھی بے خیالی میں انہیں دیکھنے لگی۔ چھ فٹ قد کے ساتھ مضبوط جسم کے مالک وہ یقیناً ایک متاثر کن شخصیت کے حامل تھے' جدید ہیر اسٹائل میں بلیک پینٹ اور وائٹ شرٹ کے عام سے کمبی نیشن کے ساتھ بھی وہ ایک دم ہیرو لگ رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ دو بچوں کے باپ ہوں گے۔

"لو' ٹھیک سے دیکھ لو۔" وہ میرے سامنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے شرارت سے بولے۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔" اپنی چوری پکڑے جانے پر میں شرمندہ سی ہو گئی۔

"ریحان بھائی!" میں نے ان کی نظروں کی تپش سے گھبرا کر ایک بار پھر یاد دلانا چاہا کہ انہیں جلدی جانا چاہیے۔

"تم بہت اچھی ہو اور آج تو بہت ہی اچھی لگ رہی ہو۔ آئی لو یو۔" وہ میرے بے حد قریب بیٹھے میرا ہاتھ تھامتے ہوئی گمبھیر لہجے میں بولتے میرے چہرے پر جھک گئے تو میرا دل بے طرح دھڑک اٹھا۔ آج ان کی زبان سے یہ سب سننا کتنا اچھا لگ رہا تھا۔

"چلتا ہوں' اپنا خیال رکھنا۔" یہ ان کی شروع کی عادت تھی۔ انہوں نے پانچ منٹ کے لیے بھی گھر سے جانا ہوتا تو مجھے اپنا خیال رکھنے کی ہدایت کرنا نہیں بھولتے تھے۔ وہ چلے گئے مگر مجھے ابھی تک اپنے ہاتھوں پر ان کے ہاتھوں کا لمس محسوس ہو رہا تھا اور چہرہ انجانی تپش سے دہکا ہوا تھا۔ شاید اتنے عرصے میں آج پہلی بار میں نے ان کی محبت کو محسوس کیا تھا' میرے لب بے ساختہ مسکرا دیے۔

☆ ☆ ☆

"خالہ! آپ بہت پیاری ہیں' اپنی تصویر اور موی سے بھی زیادہ پیاری۔"

"یار ہما! میری ایک پیشن گوئی تو غلط ثابت ہو گئی۔ تمہارے بچے تمہاری طرح ڈفر نہیں ہیں۔" زوئبہ کی بات پر وریشہ کھل کر ہنسی۔ اس کی آنکھیں آج بھی جگنوؤں کی طرح چمکتی تھی اور اس کی ہنسی پہلے سے زیادہ دلکش ہو گئی تھی۔

عید میں چار دن باقی تھے جب وریشہ اپنے بچوں سمیت پاکستان آئی۔ دراصل یہ سب کچھ سہیل بھائی اور بھابھی نے بابا جان کے ساتھ مل کر پلان کیا تھا کہ یہ عید ہم سب مل کر ساتھ منائیں گے اور جس طرح سعدیہ کا آنا میرے لیے سرپرائز تھا' اسی طرح وریشہ کی آمد پر میرے ساتھ ساتھ سعدیہ بھی حیران تھی۔ آج بھی اس کے آتے ہی زندگی ہمارے گھر کی دہلیز پر دھرنا مار کر بیٹھ گئی تھی۔ ہر چہرے پر مسکراہٹ تھی اور کیوں نہ ہوتی' زندگی جو لوٹ آئی تھی۔ ہاں ..... میں ہمیشہ وریشہ کو زندگی کہتی تھی کیونکہ اس کی موجودگی میں زندگی ہمیشہ بھرپور طریقے سے اپنے ہونے کو منوایا کرتی تھی۔

"بات سنو' تمہارا دماغ کب تک ٹھیک ہو گا۔ کیوں بے چارے ارمغان کو تنگ کیا ہوا ہے تم نے۔ آخر تکلیف کیا ہے تم کو؟" وہ تنہائی ملتے ہی شروع ہو گئی۔

"تم سے ارمغان نے کچھ کہا؟" میں چونکی' مجھے ارمغان کی یہ بات اچھی نہیں لگی۔ وریشہ سے لاکھ دوستی سہی مگر وہ ہماری میاں بیوی کی ذاتی زندگی کا ذکر کسی سے بھی کرے مجھے پسند نہ تھا۔

"اس بے چارے کو کیا کہنا ہے مگر اس کی شکل پر

سب کچھ بڑا بڑا لکھا ہوا ہے۔"

"کیا لکھا ہوا ہے؟" اب میں بھی اس لڑائی سے لطف اٹھانے لگی۔

"یہی کہ تم ڈفر کی ڈفر ہو اب تک۔" میرے مزا لینے والے انداز سے وہ چڑ کر بولی تو مجھے ہنسی آ گئی۔

"بتاؤ بھی کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ؟ کیا غلط ہے تم دونوں کے بیچ؟"

"کوئی پرابلم نہیں ہے ڈیئر! اور جو غلط تھا وہ اب غلط نہیں رہے گا۔ تم آ گئی ہو نا' اب کچھ غلط رہ سکتا ہے کیا؟"

"پکا ....؟" اس نے اپنا ہاتھ میرے سامنے پھیلایا۔

"بالکل پکا۔" اس کی پھیلی ہوئی ہتھیلی پر ہاتھ رکھتے ہوئے میں یقین سے بولی۔

☆ ☆ ☆

"اف یار! بس بھی کرو' کیا آج ہی ساری مارکیٹ خرید ڈالو گی۔" ہمیں مارکیٹ آئے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ ہمارے بچے تو بڑے تھے' اس لیے ہمیں کوئی فکر نہ تھی جبکہ سعدیہ اپنی ایک سال کی بیٹی کو گھر چھوڑ کر آئی تھی اور اس کی توجہ مسلسل اسی طرف تھی۔

"عید کی شاپنگ تو ایسے ہی ہوتی ہے ڈیئر! اور پھر صرف اپنے لیے نہیں' بچوں کے لیے بھی شاپنگ کرنا ہے۔ فکر نہ کرو' گھر میں ہماری مائیں ہمارے بچوں کو ہم سے بہتر سنبھال رہی ہوں گی۔" وریشہ نے اس کی تسلی کرائی۔ "چلو ایسا کرتے ہیں کہ باقی شاپنگ کل کر لیں گے۔" سعدیہ کی پریشانی کے پیش نظر میں نے آئیڈیا دیا۔

"چلو ٹھیک ہے' مگر گھر جانے سے پہلے آئس کریم تو کھالیں۔" وریشہ اسی آئس کریم پارلر کی طرف بڑھی جہاں ہم ہمیشہ شاپنگ کے دوران آئس کریم کھایا کرتے تھے۔ سعدیہ نے التجائیہ نظروں سے میری طرف دیکھا تو میں نے کندھے اچکا کر اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔

☆ ☆ ☆

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

☆ گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے۔
☆ نئے بال اگاتا ہے۔
☆ بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
☆ مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
☆ ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

سوہنی ہیئر آئل قیمت=/70 روپے

12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف =/70 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

1 بوتل کے لئے ---------- =/90 روپے
2 بوتلوں کے لئے ---------- =/160 روپے
3 بوتلوں کے لئے ---------- =/240 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس 53 اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس 53 اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37 اردو بازار، کراچی۔

فون نمبر: 2735021

"یہ لو ہما! یہ تمہارے لیے۔" میں افطاری اور نماز وغیرہ سے فارغ ہوئی تھی کہ سعدیہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک شاپر تھا جو کہ یقیناً وریشہ کے لیے تھا۔

"اور یہ تمہارے لیے۔" سعدیہ کے ہاتھ سے شاپر لیتے ہوئے میں نے جو سوٹ خریدا تھا' وہ سعدیہ کی طرف بڑھایا۔

"ارے۔۔۔" ہم دونوں مسکرائے۔

"یہ لو بھئی' تم دونوں کے عید گفٹ۔" اتنے میں وریشہ شور مچاتی آگئی اور وہ دو سوٹ جو اس نے خریدے تھے' ایک ایک ہم دونوں کی طرف بڑھا دیا۔

"اور یہ تمہارے لیے۔" ہم دونوں نے دو شاپر اس کی طرف بڑھائے' اس نے فوراً انہیں کھولا۔ حیرت سے ہمیں دیکھا اور پھر ہم تینوں ہنس پڑے اور ہنستے ہی چلے گئے۔ دراصل ہم تینوں نے جو بھی شاپنگ کی تھی' وہ ایک دوسرے کے لیے کی تھی۔ اپنے لیے کچھ بھی نہیں خریدا تھا۔ وقت کتنا بھی آگے نکل جائے' محبتیں سلامت ہوں تو خوشیاں ساتھ نہیں چھوڑتیں۔ خدا کا شکر تھا کہ ہماری محبتیں سلامت تھیں اور خدا نے مجھے میری بے وقوفیوں کی سزا نہیں دی تھی۔

☼ ☼ ☼

کتنی بے وقوف تھی میں' وریشہ مجھے ڈفر کہتی تھی تو بالکل ٹھیک کہتی تھی۔ شک کی عینک پہن کر دیکھنے پر میں نے کن رشتوں کو کس روپ میں دیکھا۔ وہ تو شکر ہے کہ میں نے کسی اور سے یہ بات نہیں کی' ورنہ۔۔۔ دوستی' محبت کیسے کیسے پیارے رشتوں سے منہ موڑے رہی اور کتنی اذیت میں رہی۔ وہ وقت جس میں سکون سے پیار کے جھولے میں جھول سکتی تھی' شک کے انگاروں پر لوٹتے ہوئے گزار دیا۔

آج چاند رات متوقع تھی' افطاری سے فارغ ہونے کے بعد سب ہی بے حد مصروف تھے اور ایسے میں' میں چپکے سے چھت پر چلی آئی۔ شاید خود کو لعن طعن کر کے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی تھی۔ ایک بار پھر ارمغان کی ڈائری کے ورق میرے سامنے پھڑپھڑانے لگے۔

تم کو دیکھا تو محبت بھی سمجھ میں آئی
ورنہ یہ نام زمانے سے سنا کرتے تھے

"تو ارمغان صاحب! آخر تمہیں بھی محبت کے نام سے آشنائی ہو ہی گئی مگر کیا وہ بھی تمہارے لیے ایسا سوچے گی؟ تمہاری محبت کو قبول کرے گی؟ یہ وہ سوال ہیں جو ہر لمحہ بے قرار رکھتے ہیں۔"

"بابا کی خواہش کے پیش نظر میں نے ہمیشہ ویسا نظر آنے کی کوشش کی جیسا وہ چاہتے تھے' سنجیدہ مزاج' ذمہ دار۔ میں ان کی اکلوتی اولاد تھا' ان کے خوابوں کو پورا کرنا میں نے ہمیشہ اپنا فرض جانا اور ان کے بتائے راستے پر آنکھیں بند کر کے چلتا رہا۔ کبھی سوچا ہی نہیں کہ جذبات کیا ہوتے ہیں مگر ہما سے مل کر محسوس ہوا ہے کہ زندگی میرے اندر اب بھی ہمکتی اور سانس لیتی ہے اور وریشہ سے مل کر معلوم ہوا کہ میرے اندر بھی کہیں کوئی ہے جو دل کھول کر ہنسنا چاہتا ہے اور یہ بھی تو کتنی عجیب بات ہے کہ میری وہ کزنز جو اسی گھر میں رہتی ہیں' پہلی بار میری ان سے ملاقات ہو رہی ہے۔ سچ کہوں تو مجھے اس ایکسیڈنٹ کا کوئی غم نہیں۔ اگر ایکسیڈنٹ سے اتنی خوشیاں مل سکتی ہیں تو دو چار اور بھی ہو جائیں تو پروا نہیں۔ ہاہاہا۔۔۔"

"زندگی میں پہلی بار میں نے رشتوں کو محبتوں کو محسوس کیا ہے۔ وریشہ بھی اکلوتی اور میں بھی اکلوتا' جب میری وریشہ سے بات ہوئی تو میرے دل میں خیال آیا۔ اگر یہ لڑکی میری بہن ہوتی تو ہمارا گھر ہر لمحہ خوشیوں سے بھرا رہتا' جب وہ مجھ سے بحث کرتی ہے' ضدیں منواتی ہے' زبردستی کھانا اور دوائیں کھلاتی ہے تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ جب میں نے اس کو بہن کہا تب احساس ہوا کہ اس کی زندگی میں بھی ایک بھائی کی کمی تھی اور بس ہم دونوں کی زندگی کی یہ کمی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی ہے۔ وہ بالکل سگی بہنوں کی طرح میرے نخرے اٹھاتی ہے۔ یہ سب بہت اچھا لگتا ہے مگر وہ دشمنِ جاں نہ جانے کیوں الجھی' الجھی' خفا خفا سی

رہتی ہے۔ سوچتا ہوں کہ اس سے بات کروں مگر سمجھ میں ہی نہیں آتا کیا کہوں۔ وریشہ کہتی ہے کہ جلد از جلد اس سے منگنی کرالوں۔ وریشہ نے تو امی سے بھی بات کر لی ہے اور وہ بہت خوش ہیں' پتا نہیں ہما خوش ہو گی یا نہیں؟"

"اور آج وہ میرے نام کی انگوٹھی پہن کر ہمیشہ کے لیے میری ہو گئی' اب میں بہت پرسکون ہو گیا ہوں۔ کم از کم اسے کھو دینے کے خوف سے تو رہائی ملی۔

آئی لو یو مائی ڈیئر۔ اب تو کہہ سکتا ہوں نا' منگنی جو ہو گئی ہے۔ آج میں بہت خوش ہوں' بہت زیادہ خوش مگر وہ۔۔۔ پتا نہیں۔۔۔ مگر وریشہ کہتی ہے وہ بہت خوش ہے تو سچ ہی کہتی ہو گی۔"

"یار! اب یہ کیا بات ہوئی؟ وریشہ کہتی ہے کہ میں اس سے اپنے جذبوں کا اظہار کروں مگر میں چاہتا ہوں کہ شادی کے بعد۔۔۔ میں نے امی سے جلدی شادی کا کہہ دیا ہے' اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

"ابھی تو اس رشتے سے ملاقات ہی ہوئی تھی کہ بچھڑنے کی گھڑی آن پہنچی۔ پھوپھو نے وریشہ کا رشتہ کیا مانگا' اس نے تو رو رو کر برا حال کر لیا ہے۔ بس ایک ہی رٹ ہے' اتنی دور نہیں جانا۔ سچ کہوں دل تو میرا بھی نہیں چاہتا کہ وہ اتنی دور جائے مگر پھوپھو کی بات یقیناً ٹالی نہیں جا سکتی اور پھر یہ رشتہ ہر لحاظ سے وریشہ کے لیے بہترین ہے لیکن اس کے آنسو مجھے بہت بے چین کر دیتے ہیں اور اب تو اس نے خود کو بیمار کر ڈالا ہے۔ میں گھنٹوں اسے سمجھاتا ہوں مگر۔۔۔ اور ہما کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے؟ شادی کے بعد سے کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا جب مجھے احساس ہوا ہو کہ میں نے اسے پا لیا ہے' وہ میرے پاس ہو کر بھی بہت دور ہے۔ شاید گھر والوں سے دور اکیلا داس ہے۔ میں بھی تو وریشہ کے دور جانے کے خیال سے کس قدر بے چین ہوں مگر یہ دکھ سہنا تو بھائیوں کی قسمت میں ہوتا ہے نا!"

"اور آج وہ روتے روتے اس گھر سے رخصت ہو گئی۔ خدا اسے سارے جہان کی خوشیاں نصیب کرے۔ (آمین) لیکن اس کے ساتھ ہی ہمارے گھر کی ساری رونق بھی رخصت ہو گئی ہے اور ہما۔۔۔ مجھے لگتا ہے میں نے بہت جلدی کی' مجھے کم از کم ایک بار ہما سے اس رشتے کے بارے میں' اپنے بارے میں پوچھنا چاہیے تھا۔ میں اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہوں مگر اس کی اداس شکایتی نظریں مجھے احساسِ جرم میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ شاید انجانے میں' میں اس کے ساتھ کوئی زیادتی کر گیا ہوں جس کا ازالہ اب ممکن نہیں مگر میں اس سے محبت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا ہمیشہ جب تک زندہ ہوں۔"

ارمغان کی ڈائری میں لکھے الفاظ کو ذہن میں دُہراتے ہوئے میں نے خود کو شرمندگی کے اتھاہ سمندر میں اترتا محسوس کیا۔ اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا جس نے میری آنکھوں پر پڑے پردے کو ہٹا دیا تھا۔

"ارے تم سے کس نے کہہ دیا کہ تم موٹی ہو رہی ہو؟"

"کیا مطلب؟" میں اپنی سوچوں میں کچھ اس طرح کھوئی ہوئی تھی کہ مجھے ارمغان کے آنے کا پتا چلا نہ ہی اس کی بات سمجھ میں آئی۔

"بیگم صاحبہ! گزشتہ ایک گھنٹے سے میں آپ کو لیفٹ رائٹ کرتے دیکھ رہا تھا' آخر گھبرا کر دوڑا آیا ہوں کہ کہیں آج میں اپنی بیگم سے ہاتھ نہ دھو بیٹھوں۔" وہ بھرپور شرارتی موڈ میں تھے۔

"بے فکر رہیے' ایک گھنٹہ تو بہت تھوڑا ہے' پورا ایک دن واک کر کے بھی میں آپ کی جان نہیں

عمران ڈائجسٹ کا ایک حیرت انگیز سلسلہ
ائیر ہوسٹس
اب دو حصوں میں شائع ہو گئی ہے۔
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 2216361

چھوڑنے والی۔"

"جان چھڑانا کون پاگل چاہتا ہے؟"

"سچ؟" سب جاننے کے باوجود میں بے یقینی سے ان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھ بیٹھی۔ شاید اظہار محبت سننے کے لطف سے پہلی بار آشنا ہوئی تھی، اسی کے طلب بہت زیادہ تھی۔

"تمہیں یقین کیوں نہیں آتا؟" ان کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"آپ بار بار کہنے سے تھک جاتے ہیں کیا؟" میں بھی انہیں تنگ کرنے کے فل موڈ میں تھی۔

"ارے نہیں یار! کہو تو آئی لو یو کی تسبیح رات دن تمہیں سنایا کروں مگر تم اعتبار بھی تو کرو۔"

"میں نے ایک چوری کی ہے ارمغان!" ان کی بات کا جواب دیے بنا میں دھیرے سے سر جھکا کے بولی۔

"تم نے پہلے دل چرایا پھر پورے کا پورا چھ فٹ کا بندہ چرا لیا۔ اب بھی کچھ چرانے کو باقی ہے کیا۔" وہ پھر شریر ہوئے۔

"میں نے آپ سے پوچھے بنا آپ کی ڈائریاں پڑھ لیں۔"

"سو واٹ۔ میں تمہارا، میری ہر چیز تمہاری۔"

"آپ کو غصہ نہیں آیا؟" میں نے حیرت سے سر اٹھا کر انہیں دیکھتے ہوئے تصدیق چاہی۔

"بالکل بھی نہیں۔" وہ مسکرائے تو میں بھی مسکرا دی۔

"نہ جانے چاند کب نظر آئے گا" ان کی نظروں سے گھبرا کر میں نے آسمان پر چاند کی تلاش شروع کی، جہاں گہرے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔

"نظر آتو رہا ہے۔"

"کہاں؟" میں نے حیران ہو کر ایک بار پھر پورے آسمان کو دیکھ ڈالا۔

"میری آنکھوں میں دیکھ لو۔" انہوں نے سرگوشی کی۔

"مجھے کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے؟" نہ جانے کس خوف نے میرے اندر انگڑائی لی۔

"چھوڑ تو دیتا مگر۔۔۔"

"مگر۔۔۔؟" میں بے تاب ہوئی۔

تم جو ہوتے ہنسی بھول جاتے تمہیں
تم جو ہوتے خوشی چھوڑ آتے تمہیں
سُر جو ہوتے تو نہ گنگناتے تمہیں
نہ ہنسی نہ خوشی نہ ہی سنگیت ہو
جس سے جیون بنے تم وہی گیت ہو
دل کی دھڑکن ہو تم آنکھ کا نور تم
بولو خود سے جدا تم کو کیسے کریں
اور کچھ بھی نہیں
زندگی ہو تم

وہ میرے کان کے قریب شرارت سے گنگنائے۔

"عید کا چاند نظر آگیا ہے۔"

صحن سے بچوں کے شور و غل میں وریشہ کی پُرجوش آواز سنائی دی۔ وہ دو بچوں کی ماں بن کر بھی ویسے کی ویسی تھی۔

"عید مبارک۔"

"تمہیں بھی مگر عید کا کوئی تحفہ بھی تو دو یار!" ان کے لہجے میں اصرار تھا۔ میں نے لمحہ بھر کو سوچا۔

"دے دوں؟"

"ہاں پلیز۔" ان کی بے تابی عروج پر تھی۔

"زندگی ہو تم۔" میں نے دھیرے سے کہا۔

"سچ؟"

"بالکل سچ۔" یہ میرا پہلا اقرار تھا، ان کی آواز خوشی اور جذبات سے لبریز تھی۔

"مگر ہو بہت چالاک۔ اتنے سالوں بعد بھی صرف لفظوں پر ٹال رہی ہو۔"

اس سے پہلے کہ ان کی گستاخیاں حد سے بڑھتیں، میں خود ان کی بانہوں کے حلقے میں سمٹ آئی۔ اب مجھے آسمان پر چاند تلاش کرنے کی کوئی چاہ نہ تھی۔ میرا چاند میرے پاس تھا، بہت پاس۔

ان کے سینے میں سر چھپائے دل کی دھڑکنوں کو گنتی میں طمانیت سے مسکرا دی۔

☆

Noorani